OPEN ACCESS

AL-TABYEEN

(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.***

ISSN (Print): 2664-1178
ISSN (Online): 2664-1186
Jul-Dec 2024
Vol: 8, Issue: 2
Email: altabyeen@ais.uol.edu.pk
https://journals.uol.edu.pk/al-tabyeen

Interfaith Harmony in a Pluralistic Society: An Exploratory Review of the thoughts of Maulana Wahid ud Din Khan

تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی: مولانا وحید الدین خان کے افکار کا تحقیقی جائزہ

Saima Sultana*

Department of Islamic Studies, Superior University Lahore, Pakistan

Neelam Bano

Department of Islamic Studies, Superior University Lahore, Pakistan

ABSTRACT

The presence of diverse groups in a multicultural and pluralistic society embodies the concept of inter-religious harmony, promoting respect for humanity, freedom of opinion and personal identity. It emphasizes understanding, unity, and peaceful co-existence among different sections of human society. Therefore, it is crucial that their religions and beliefs be approached with a broad perspective. Nowadays, the world has become a global village by eliminating geographical boundaries. It is necessary for a welfare pluralistic society to understand the contradictions with wisdom and consciousness and instead of falling into differences, agreements should be ensured for the sake of a peaceful environment. This research employs a critical analytical approach to examine Maulana Wahid ud din Khan's writings, speeches, and teachings on interfaith harmony. It delves into the philosophical underpinnings of his ideas and investigates how his concepts

*Corresponding Author: **Neelam Bano** (saimarehan285@gmail.com)

Received: 22 Aug 2024; Accepted: Sep 2024; Published online: 20 Dec 2024

contribute to harmony between different religious traditions within the context of a pluralistic society.

Keywords: Interfaith Harmony, Pluralistic society, Freedom of opinion, Peaceful co-existence.

تمہید

تکثیری سماج موجودہ عہدِ رفتہ کی وہ آواز حق ہے جس کی دلیل وقت پر تحمل و بردباری، اخوت و بھائی چارہ، عدل و انصاف، مساوات کی وہ عمارت قائم ہوتی ہے جہاں مختلف مذہبی عقائد کے پیروکار اخلاق و روایات معاشرتی اقدار کے گوشۂ عافیت میں پناہ لینا اپنی خوش بختیٔ حیات گردانتے نظر آتے ہیں۔اس مقالہ کا مقصد بین المذاہب ہم آہنگی کے تناظر میں مولانا وحید الدین خان کے خیالات کا از سر نو جائزہ لینا ہے جس میں دیگر عقائد کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کی تشریح پر توجہ مبذول کرائی گئی ہے بلاشبہ یہ ایک تکثیری معاشرے میں مذہب کے کردار، مکالمے اور باہمی تعاون کی اہمیت اور متنوع مذہبی برداریوں کے یکساں اطوار کا ان کی فلسفیانہ رائے کے پیرائے میں موازنہ کرتا ہے۔اس تحقیق کے ذریعے یہ مقالہ مذہبی تنوع کے عصری چیلنجوں سے نمٹنے کے لئے مولانا کے افکار کی مطابقت کو اُجاگر کرنے اور عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے ایک فریم ورک پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی خدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے اس جائزے میں ان کی اہم تحریروں، تقاریر اور عوامی مصروفیات پر ایک عمیق نگاہ ڈالی جائے گی جو متنوع مذہبی گروہوں کے مابین امن و ہم آہنگی کے فروغ کے لئے ان کے عزم کی عکاسی کرتے ہیں کہ کس طرح مذہبی گروہ اپنے زاویۂ دید کو وسعت نظری سے جلا بخشتے ہیں۔ گویا ان کے افکار ایک ایسی دنیا میں بین المذاہب تعلقات کی رنجشوں کو سنوارنے کے متلاشان حق کو ایک مینارۂ نور دیتے نظر آتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل بھی ہوں لیکن مذہبی و ثقافتی تہذیبی حصار میں منقسم بھی نظر آئیں۔اسلام وہ آفاقی والہامی مذہب ہے جو حُسن معاشرت کے اسرار و رموز سے باخبر و آگاہ ہوتے ہوئے اپنے پیرو کاروں کو احسن العمل کے فلسفۂ حیات سے روشناس کراتا ہے اور دنیا و آخرت میں حقیقی و اصلی کامیابی و کامرانی کا معیار حُسن خلق، تقویٰ، صبر و برداشت اور ایک دوسرے کی رائے کو اہمیت و احترام دینے میں سمجھتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی اور باہمی رواداری قرآن پاک سرچشمۂ ہدایت، تحفۂ انسانیت کے حسین پیغاماتِ روحانی میں سے ایک اہم

پرچارِ حق ہے جس کا برملا اظہار قرآن حکیم میں یوں فرمایا گیا ہے:-

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ[1]

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آچکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے۔

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے بارے میں سید ابوالاعلی مودودی فرماتے ہیں:-

''یہ اشارہ اُن اُمتوں کی طرف ہے جنھوں نے اللہ کے پیغمبروں سے دین حق کی صاف اور سیدھی تعلیمات پائیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد اساس دین کو چھوڑ دیا اور غیر متعلق ضمنی و فروی مسائل کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنانے شروع کر دیئے اور پھر فضول و لایعنی باتوں پر جھگڑنے لگے اور پھر اُس میں ایسے مشغول ہوگئے کہ نہ اُنھیں کسی کام کا ہوش رہا اور نہ اس میں کوئی دلچسپی جس عقیدہ و اخلاق پر درحقیقت انسان کی فلاح و سعادت کا دار و مدار تھا۔'' [2]

مذاہب اور ان کی مقدس ہستیوں کا احترام سب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اسلام ہر فرد کے اختیار کی آزادی پر یقین رکھتا ہے۔ عقیدہ و مذہب کے معاملے میں کسی زور زبردستی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی برقرار رکھنے اور تکثیریت کی بقائے باہمی کی خاطر دلیل، افہام و تفہیم، انصاف و مساوات پر مبنی سماج کا خوبصورت نمونہ پیش کر کے اتفاق اور اختلاف میں توازن اور رد و اختیار کا لائحہ عمل ترتیب دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[3]

دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔

انسانوں کو اللہ رب العزت نے عقل و شعور کی نعمت عظمی سے نواز کر اشرف المخلوقات بنایا اور اس احسان عظیم کا تذکرہ سرچشمۂ ہدایت قرآن پاک میں ان پُرتاثیر الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ

[1] آل عمران:105

[2] مودودی ،سیدابو الاعلی،تفہیم القران،صحفہ278

[3] البقرۃ: 256

فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝[1]

اور بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری (یعنی شہروں اور صحراؤں اور سمندروں اور دریاؤں) میں مختلف سواریوں پر سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے فضیلت دے کر برتر بنا دیا۔"

احترام بشریت کا ایک حسین تقاضہ یہ بھی ہے کہ بغیر امتیازات رنگ و نسل خالق کی تخلیق کا ادب ملحوظ خاطر رکھا جائے۔انسانی عقل کی بساط اس نکتہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتی کہ کون فضیلت کے درجے پر زیادہ پسندیدہ ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ[2]﴾

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں

تکثیری سماج کا مفہوم:

انسایکلوپیڈیا آف Diversity and Social Justice میں Pluralism کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

> "A pluralistic society is one in which multiple distinct groups, each with their own diverse cultures, religions, languages, or beliefs, coexist and interact within a single political or social framework[3]-"

[1] بنی اسرائیل: 70,71

[2] الحجرات: 11

[3] Thompson, S. (Ed.). (2013). Encyclopedia of Diversity and Social Justice. Rowman & Littlefield.

موضوع تحقیق کے معاصر رجحانات اور اُن کی اہمیت:-

آج دنیا گلوبلائزیشن [1] کے ایک جدت پسند دور سے گزر رہی ہے ایسے میں مذہبی ہم آہنگی کا فروغ ہی تکثیری سماج کے رہنماؤں کو یہ دعوت فکر دیتا نظر آتا ہے کہ اپنے تخیل کی اُڑان کو معاصر رجحانات [2] سے ہمکنار کریں اور اپنی نگاہ و دل میں وسعت خیالی کو بنیاد بناتے مذہب اور جدیدیت کی صف آرائی کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کرتے ان کی مناسب حد بندی قائم کریں اور تعصب، تنگ نظری کے حصار سے باہر نکلتے ہوئے یگانگت و مساوات کو ترویج دیتے نسلی و علاقائی نفرت کا خاتمہ کریں۔ موجودہ عہد تکثیری سماج کا عہد ہے جہاں اقلیتیں اپنی تہذیبی روایات پر آزادی و خود مختاری سے عملدرآمد کر سکیں۔ عصرِ حاضر میں کوئی بھی تہذیب یافتہ انسان اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کر سکتا گو یا ریاستِ مدینہ کو فلاحی ریاست بنانے کا جو خواب نبی آخر الزماں ہادی برحق محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے وقت دیکھا تھا اور میثاق مدینہ کو تکثیری سماج کا وہ اولین معاہدہ قرار دیا تھا جس پر انسانیت مساوات کا لبادہ اوڑھے افہام و تفہیم سے مزین باوقار و پر وقار دکھائی دیتی ہے۔ آپ ﷺ کے پیش نظر انسانیت کی فلاح و بہبود اس قدر اہمیت کی حامل تھی کہ جب مدینہ میں ایک نئی فلاحی ریاست کی بنیاد پڑ رہی تھی تو انھوں نے وسعت نظری، تعاون و برداشت کا دامن تھامے ایسے سنہری اصول وضوابط مقرر فرمائے جن کا عرب کے تعصب پسند معاشرے میں تصور بھی ناممکن تھا۔ [3]

> The Charter of Medina, established in 622 CE by our revered Prophet Muhammadﷺ, represents the earliest example of written pluralism, a manifesto, a social contract, and a constitution for a pluralistic society. This constitutional process, initiated in 622, was concluded a decade later by the Prophet

---

[1] خان، وحید الدین، راز حیات، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی، اشاعت اوّل 1987، صفحہ 248
[2] خان، وحید الدین، مذہب اور جدید چیلنج، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی، اشاعت اوّل 1966، صفحہ 33
[3] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ 1423ھ-2002ء)، صفحہ 263

himself, culminating in his final sermon, which addressed humanity with a universal message.[1]

اگر ہم دین اسلام پر تفکرانہ وتدبرانہ نگاہِ مومنانہ ومتقانہ مرکوز کریں اور نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنہری تعلیمات کو مشعل حیات گردانیں تو ان کی پرُنور زیست کے حسین ابواب روشن وعمدہ مثالوں سے مزین نظر آتے ہیں۔اس مقالے کو تحریر کرنے کا حقیقی ومنطقی فلسفہ بھی یہی ہے کہ چونکہ اسلام امن وآشتی کا پیامبر ہے اور حسن معاشرت کے قرینے وسلیقے اس کا مطمع نظر اور ایک دوسرے کی رائے کو اہمیت دینا اس کی بنیادی وعقلی توجیہات وترجیحات میں شامل ہے۔یہ وہ خوبصورت دین ہے جو اس کائنات ارضی میں رنگ ونسل سے بالاتر ہو کر تقوی کو اہمیت وفضیلت کادرجہ دیتے ہوئے پرہیزگاری کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۝[2]

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو

تکثیری سماج کی نمایاں خصوصیت تحفظ جان ومال کی مکمل حمایت وطرفداری کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:-

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ﴾[3]

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد انگیزی (کی سزا) کے بغیر ناحق قتل کر دیا تو

---

[1] Al-Qadri, Tahir, Misaak-e-Medina ka' Aini Jayza (constitutional Analysis of Mithaq-Al-Madinah) Lahore, Yousuf Market, Ghazni Street, Urdu Bazar, 2000, P-40.

[2] الحجرات:13

[3] المائدۃ:32

گویا اس نے معاشرے کے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے معاشرے کے تمام لوگوں کو زندہ رکھا۔"

اسلام اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ اس کائنات ارضی میں مختلف مذاہب، افکار اور تخیلات کے لوگ بستے ہیں اور ان کا انداز تخیل ایک دوسرے سے منفرد نوعیت کا حاصل ہوتا ہے۔ یہ اختلاف اور تنوع اس خالق ازل کی نشانیوں اور حکمت کا مظہر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾[1]

"اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق بھی ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ہے، بے شک اس میں اہلِ علم (و تحقیق) کے لئے نشانیاں ہیں۔"

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اختلاف زبان و رنگ کو اللہ رب العزت کی نشانی قرار دیا جانا اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ دنیا میں مختلف انسانوں کے درمیان اختلاف کا پایا جانا فطرت کے تقاضوں سے ہم آہنگی رکھتا ہے اور اس میں کچھ بھی بعید از بصیرت منطق موجود نہیں تکثیری سماج اخلاقی طور پر بھی انسانی رویوں و تعلقات کو منظم و مربوط کرنے کی ٹھوس بنیادیں فراہم کرتا ہے اور انسانی جذبات و احساسات کا خیال کرتے ہوئے کچھ حدود و قیود لاگو کرتا ہے جس کا برملا اظہار قرآن پاک سرچشمہ ہدایت تحفہ انسانیت میں بھی ملتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:-

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ[2]

"اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔"

---

1 الروم:22

2 الانعام:108

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور فطری امر کہ محبت و عقیدت وہ جذبہ ہے جس میں مقناطیسی کشش موجود ہوتی ہے اور پلٹ کہ کر ہمارے پاس آتی ہے جب ہم تکثیری سماج میں رہتے ہوئے مختلف مذاہب کے لوگوں کی مذہبی آزادی کو عملی بنیادوں پر تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ہر انسان اپنے معبود سے محبت و عقیدت کے جذبوں میں آزاد و خود مختار ہے گویا مذہب کے عملی پہلو ہی اصل میں مزاج تکثیریت کی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

> Religious pluralism is a highly contested and debated issue today, with its increasing momentum partly driven by the politicization of religion.[1]

مولانا وحید الدین خان کا تعارف:-(1925-2021)

مولانا وحید الدین خان یکم جنوری 1925ء کو پیدا ہوئے۔ان کی ولادت اتر پردیش بھارت کے ایک قصبہ اعظم گڑھ میں ہوئی۔[2] عہد طفلی میں ہی باپ کے سائے شفقت سے محروم ہو گئے۔ان کی والدہ زیب النساء خاتون نے ان کی پرورش کی اور ان کے چچا صوفی عبد الحمید خان نے تعلیمی کفالت میں اہم کردار ادا کیا۔ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ میں ہی حاصل کی۔1938ء میں اس مدرسہ میں داخلہ لیا اور 1944ء میں چھ سال بعد یہاں سے اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر لی۔[3] دینی تعلیم کے حصول کے ساتھ انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے ذوق و شوق نے مولانا کو سائنس اور جدید علوم کی کتب سے متعارف کروایا۔مولانا وحید الدین خان کا شمار برصغیر کے ان مشہور و معروف امن پسند عالم دین میں ہوتا ہے جنھوں نے تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ اور غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں تب آواز حق اٹھائی جب امن اور کمیونٹی کی بات کرنا حقیقت

---

[1] Dr. M. Kaleem Ullah Khan and Dr. Naseem Mahmood. Research Gate. Al- Ilm, Vol. 5, Issue 1, Jan-June 2021. https://www.researchgate.net/publication/351

[2] Religious Pluralism in Pakistan: A Necessity for Peace, Violence, and our Responsibilities. Combating https://www.cpsglobal.org/mwk

[3] ایضا

میں جہاد باللسان و جہاد بالقلم کے مترادف تھا۔ وہ کئی مستند تصانیف کے مصنف بھی رہے[1] اور ان کا تحریر کردہ لٹریچر اس بات کا علمی وادبی ثبوت ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے اہل علم و دانش کی رائے میں علمائے کرام کی مستند و متعبر رہنمائی سے حق و آگہی کے گوہر نایاب تلاش کرنا ہی اسلامی تہذیب و تمدن کی وہ بنیادی خصوصیت ہے جہاں احترام انسانیت اور امن و عافیت کو حیاتِ دوام ملتی ہے۔ وہ بیک وقت کئی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے (اردو، ہندی، عربی، انگریزی)۔[2]

تکثیری سماج میں امن عامہ کے قیام[3] کے حوالے سے کی گئی کاوشوں میں سے ان کی زندگی کا اہم مقصد مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا، اسلام کے متعلق غیر مسلموں میں جو غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں انھیں حتی الامکان ختم کرنے نے کی کاوشوں میں سر گرم عمل رہنا، مسلمانوں میں مدعو قوم (غیر مسلمانوں کے ایزاو تکلیف کو دور کرنا، ایک طرفہ بنیاد پر صبر و اعراض کی تعلیم کو عام کرنا جو ان کی رائے میں دعوت دین کے لئے ضروری ہیں شامل نظر آتے ہیں۔ گویا وہ تکثیریت بطور رویہ کے حق میں مضبوط دلائل دیتے مطمئن و پر سکون دکھائی دیتے ہیں اور ان کی باوقار علمی و فلسفیانہ شخصیت روایت سے ہمکنار ہوتے ہوئے عصر حاضر میں صبر و برداشت تحمل و بردباری کا دامن تھامے پر عزم جدیدیت کی علمبردار نظر آتی ہے۔[4] وحید الدین خان صرف دفاعی جہاد کے قائل ہیں اور وہ بھی ریاست کے لئے ان کی رائے میں اسلام میں صرف اپنے تحفظ کی خاطر جنگ کا اختیار دیا گیا ہے۔ کسی غیر حکومتی گروہ کو ہر گز ہتھیاروں سے لیس جہاد کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔[5]

---

[1] ایضا

[2] زبیر، حافظ محمد، مولانا وحید الدین خان: افکار و نظریات، مکتبہ رحمۃ اللعلمین، اکتوبر 2013، صحفہ 2

[3] خان، وحید الدین، ہندوستانی مسلمان، نیو دہلی، مکتبہ الرسالہ، 1998، صحفہ 122

[4] خان، وحید الدین، مذہب اور جدید چیلنج، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی، اشاعت اوّل 1966، صحفہ 33

[5] ماہنامہ الرسالہ، مارچ 2008، صحفہ 4،5

وہ اس نکتہ نظر کو بنیاد بناتے نظر آتے ہیں کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں اقدامی جہاد و قتال منسوخ ہو چکا ہے اور وائلنٹ ایکٹوازم (violent activism) کی جگہ پیس فل ایکٹوازم (Peaceful activism) نے لے لی ہے۔[1]

انھوں نے 21اپریل،2021کو96برس کی عمر میں وفات پائی۔[2]

تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی: مولاناوحیدالدین خان کے افکار کا تحقیقی جائزہ

تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی چونکہ معاشرے میں امن کے قیام کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے جیساکہ تکثیری سماج کے مفہوم سے بھی واضح ہوتا ہے اگر تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی کا جائزہ مولانا وحیدالدین خان کے افکار و آراء کی روشنی میں لیا جائے تو درج ذیل سطور عصر حاضر میں تکثیری سماج و بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے ایک روشن و عمدہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تکثیری سماج میں اصلاح فکر

مولاناوحیدالدین خان کے افکار و آراء کا ایک نمایاں اور خاص پہلو یہ ہے کہ اس میں امید، یقین اور پرامن ماحول کے اندر مثبت طرز زندگی کی حیات نو ملتی ہے اور تکثیری سماج میں فکر کی اصلاح پر بھرپور زور دیا جاتا ہے تاکہ سوچ میں احترام انسانیت کا عنصر نمایاں ہو اور بلا رنگ و نسل مذہبی تفریق سے بالاتر ہو کر نشو و نما کے مراحل کامیابی و کامرانی سے طے کئے جائیں۔[3]

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کے وہ فرد جو اپنی انفرادی سوچ میں مصلحانہ طرز فکر کو اختیار کرنے والا ہو اُس کے مثبت رویہ و مفاہمت سے دیگر افراد معاشرہ اپنے کردار و عمل میں سنورنے لگتے ہیں۔

> Pluralism is considered a crucial element of stable democracy because it facilitates the inclusion of diverse perspectives and voices, allowing them to be expressed and shared among

[1] ماہنامہ الرسالہ ، اکتوبر2007، صحفہ15

[2] https://dailypakistan.com.pk/22-Apr-2021/1279702

[3] خان، وحید الدین،امن عالم، اشاعت اوّل 2004،صحفہ8

different groups.[1]

ان کا تفکرانہ مزاج چونکہ بااعتبار امن پسند شخصیت عصر حاضر میں تکثیرانہ سوچ کی مکمل تائید و حمایت کرتا دکھائی دیتا ہے اور ادیان عالم میں متنوع گروہوں کی موجودگی و حکمت کو بنی نوع انسان کی وسعت خیالی سے تعبیر کرتا ہے جہاں پر ہر انسان فطری طور پر اپنا منفرد نظریہ حیات رکھتا ہے اور اپنی آزادی رائے و خود مختاری سے کثتریت کو بطور رویہ اپناتا نظر آتا ہے۔ گویا تکثیری سماج میں اختلاف رائے کا حق انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے زمرے میں آتا ہے جہاں عقل و شعور کو امانت ربی سمجھتے ہوئے تفکر و تدبر کی راہ اختیار کی جاتی ہے اور بعض نامساعد حالات میں اجتہاد کی راہ اختیار کرتے ہوئے شرعی احکامات کو زمانی حالات وواقعات سے ہم آہنگ کرنے کی کاوش بروئے کار لائی جاتی ہے تاکہ تکفیر و تکثیر کے مطالب و مفاہیم پر از سر نو غور و فکر کیا جاسکے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[2]

اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں جو تفکر سے کام لیتے ہیں۔"

مذہب کی بنیاد تلاش امن و آشتی:

مولانا کی فکر کا ایک بنیادی پہلو تلاش امن و آشتی کو مذہب کے لئے ضروری حیثیت قرار دیتا نظر آتا ہے گویا امن ہر عمل کی بہتری کے لئے سازگار ماحول کو ترجیح سے ہمکنار کرتا دکھائی دیتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾[3]

نہ سورج کی یہ مجال کہ وہ (اپنا مدار چھوڑ کر) چاند سے جا ٹکرائے اور نہ رات ہی دن سے پہلے نمودار ہو سکتی ہے، اور سب (ستارے اور سیارے) اپنے (اپنے) مدار میں حرکت پذیر ہیں۔"

---

1 https://www.dawn.com/news/1731870

2 یونس: 24

3 یس: 40

سرچشمۂ ہدایت قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ کی تفہیم پر اگر دل کی گہرائی سے غور و فکر کیا جائے تو بنی نوع انسان کی سہولت کی خاطر جس منطقی نقطہ کو بنیاد بنایا گیا ہے وہ اپنے دامن دل میں وسعت نگاہ و روشن خیالی سے عبارت نظر آتا ہے کہ اس کائنات ارضی کا نظام شمس و قمر کس درجہ خوبصورتی و حکمت سے اپنے اپنے مقرر کردہ حصار میں مقید ہوتے حرکت میں سرگرداں ہے۔ دراصل تکثیری سماج میں رہتے انسانوں اور گروہوں کو بھی اسی فطری قانون سے روشناس کروانے کی ضرورت آج اس امر کی متقاضی دکھائی دیتی ہے کہ اگر معاشرے میں امن کا قیام چاہیے تو پھر ایک دوسرے سے الجھے بغیر باہمی تعاون ورواداری کے اصولوں کو اپنانا پڑے گا۔

> Pluralism recognizes diversity as an inherent aspect of society. It assumes that categories of social differences such as gender, ethnicity, race, nationality, and religious interpretations are essential frameworks through which social groups organize themselves. [1]

مولانا کی فکر کا نہج اس مقام پر تکثیری سماج میں رہتے عامۃالناس اور حکمرانوں کو اس بات کی طرف آگاہی دلاتا نظر آتا ہے کہ "امن ذہنی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔" قوموں اور گروہوں کی ترقی کا راز صلح جو روش کو اپنانے میں زیادہ موثر و معاون ثابت ہوتا ہے ہر ذی شعور انسان معاشرے میں تبدیلی کو اپنی ذہنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ہی قبول کرتا ہے اور پھر موجودہ حالات میں متنوع گروہوں کی موجودگی میں صبر و تحمل کو اپناتے باہمی رواداری کا ثبوت دیتا ہے۔[2]

بصیرانہ چشم بینا کے علمبردار

مولانا کے دانشمندانہ افکار کا ایک پہلو دنیا کی بے ثباتی میں سے حسین و سنہری مواقع کے میسر آنے پر بصیرانہ چشم بینا کا علمبردار نظر آتا ہے اور وہ اس مقام پر تہذیب یافتہ اقوام و سماج کے حکمرانوں و قائدین کو یہ درس دیتے نظر آتے ہیں کہ نامساعد حالات میں وہ قیادت کے اصل اصولوں سے آشنا و بہرہ ور ہوتے اپنی عوام کو موانع کی بجائے

---

1 The Express Tribune (December 19, 2017). Forging pluralistic societies. https://tribune.com.pk/story/1587252/forging-pluralistic-societies

2 خان، وحیدالدین، امن عالم، اشاعت اوّل2004، صفحہ 95

مواقع کی درست رہنمائی کرتے ہوئے نئے مستقبل کا تعمیری راستہ دکھائیں۔[1] وہ اس بات پر یقین رکھتے نظر آتے ہیں کہ تعمیری راستہ اسی فرد کا مقدر بنتا ہے جو فکر میں محمل کو بروئے کار لائے مستحکم قوت ارادی سے مشروط کرتا ہے نہ کہ صحت اور طاقت سے تکثیری سماج میں رہتے بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ و کامیابی کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر آزمائشی مقام پر تقاضائے بشریت کو سمجھا جائے اور مانا جائے اور بحیثیت سماج کے نمائندہ ہونے کے ناطے اپنی فہم و فراست، ذہانت و بصیرت کا مکمل استعمال کرتے ہوئے حق و آگہی کی راہوں کو بحکم ربی تسخیر کیا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ﴾[2]

''خبردار! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، وہ یقیناً جانتا ہے جس حال پر تم ہو (ایمان پر ہو یا منافقت پر)، اور جس دن لوگ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

بلاشبہ مولانا کی یہ فکر بطور خاص بین المذاہب ہم آہنگی کی عصر حاضر میں حقیقی تائید و حمایت کرتی نظر آتی ہے کہ بحثیت انسان تکثیری سماج میں رہتے تقاضائے انسانیت یہی ہے کہ تحمل و رواداری کا بول بالا کیا جائے اور اس کے پرچار کے لیے خاص طرز عمل اختیار کرتے ہوئے تعصب و تنگ نظری کا کلی انکار کیا جائے۔ تبھی سماجی قدریں بھی بحال ہوں گی اور پر امن آزادانہ و منصفانہ فضا کے اندر تعمیر و ترقی کی نئی راہیں کشادہ ہوتی دکھائی دیں گی جن پر وسعت نگاہ رکھتے ہی ہم گلوبلائزیشن کی اصل اصطلاح سے واقفیت رکھ سکتے ہیں۔[3]

مذہب معیاری سماج کا آئینہ دار

ان کی رائے میں مذہب انسانی زندگی کو معیاری سماج کا آئینہ دار قرار دیتا دکھائی دیتا ہے۔ گویا مذہب اس فکر کا نام

[1] خان، وحید الدین، امن عالم، اشاعت اوّل 2004، صحفہ184

[2] النور:64

[3] خان، وحید الدین ،راز حیات، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی ، اشاعت اوّل 1987، صحفہ248

ہے جس کو اپنا کر ہی انسان یا گروہ صحیح و مثبت نشان منزل کا تعین کرتے ہیں وہ اپنی اس فلسفیانہ فکر میں عصری اسلوب کا دامن تھامتے مذہب کو حقیقی واصلی قدروں سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ یقین دہانی کراتے نظر آتے ہیں کہ سماجی رویے چونکہ فرد کے کردار و تربیت کی عکاسی کرتے ہیں اس لئے یہ تمدنی و ثقافتی انداز وقت گزارنے کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن زندگی کی اخلاقی قدریں چونکہ مذہب کی نشاندہیں کر رہی ہوتی ہیں تو ان میں ثابت قدمی واستحکام کی خصوصیات کی موجودگی اس بات کی دلیل دیتی نظر آتی ہیں کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں تکثیری سماج کے اندر رہتے بھی ہر مذہب اپنی الگ پہچان اور انفرادیت رکھتا ہے اور اس سچائی کو وسعت قلبی کے ساتھ تسلیم کرنا ہی بین المذاہب ہم آہنگی کا فکری و منطقی فلسفہ ہے۔[1]

> Pluralism creates a supportive environment for the protection of human rights, upholds individual dignity and encourages a society that is inclusive and tolerant. It ensures that all citizens can freely express their opinions, practice their religion, and engage in public life without discrimination. Human rights in turn, offer a foundation for preserving individual identities and creating a framework for peaceful co-existence.[2]

مولانا کی دانشمندانہ و فلسفیانہ رائے میں تفکیری شرکت ہی اصل میں تکثیری تربیت کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتی ہے اور بین المذاہب ہم آہنگی ہمیں انہی خطوط پر رہنمائی کرتی نظر آتی ہے جس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بحیثیت تکثیری سماج کے نمائندہ علمی تبادلہ خیال جو مثبت طرز فکر کا حامل ہو اور صحیح و درست سمت میں رہنمائی کرنے والا ہو افراد کے مابین جو عقل و شعور کی نعمت عظمی سے مالا مال ہوں قیمتی علمی تحفہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر انسان جہاد بالنفس کا دامن تھامتے تحمل و رواداری کو اپناتے اسے مزید ذہنی اختراع کا سبب گردانتے تو بہت سارے علم کے نئے گوشے اُس کے منتظر شوق دید بن جاتے ہیں اور وہ تکثیری تربیت سازی کے آئینے میں کامیاب و کامران

---

[1] خان، وحید الدین، اسلام اور عصر حاضر، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی، اشاعت اوّل 1985، صحفہ 104

[2] The case of Pluralism and Human Rights in Pakistan https://www.theknowledgeforum.org/the-case-of-pluralism-and-human-rights-in-pakistan/

قرار پاتا ہے۔[1]

ان کی فکر کا ایک عمیق پہلو حسن کائنات سے لطف اندوز ہونے اور اس کی گہرائی کا اندازہ لگانے، حق کی تلاش کو پانے کے لئے تسلیم مذہب کی اہمیت وافادیت پر بھرپور زور دیتا دکھائی دیتا ہے اور بطور فلسفی وہ مفکر تکثیری سماج میں رہنے والے افراد کو یہ باور کرانے کی تگ ودو میں مصروف عمل نظر آتا ہے کہ اگر وہ اس کائنات ارض کی حقیقت کو دریافت کرنا چاہتے ہیں تو اُنھیں اُس خالق تک رسائی کی ضرورت بھی پڑے گی جو نظام ہستی چلا رہا ہے۔[2]

تکثیری سماج کے آئنیہ میں مجتہدانہ فکر

مولانا اپنی مجتھدانہ فکر کے تناظر میں تکثیری سماج کو وہ مثبت لائحہ عمل دیتے مطمئن ومسرور نظر آتے ہیں جہاں دور جدید میں اجتہادی روش کو اپنائے حق وآگہی کی جستجو ہی اصل میں وہ بحر خزینہ دکھائی دیتی ہے جس پر اتفاق، اتحاد اور بقائے باہمی کی بین المذاہب ہم آہنگی سے مزین متنوع تکثیری عمارت کو تحمل، برداشت، رواداری ومساوات کا خون جگر ملتا رہتا ہے اور وہ موجودہ دور کے چیلنجیر کا مقابلہ کرنے کے لئے صحت مند وتوانا رہتے ہیں۔[3]

انسان کے اندر امن کی خواہش کا موجود ہونا اس کی عقل ودانش کے مسلسل استعمال کی وہ خوبصورت علامت ہے جو اختلاف رنگ ونسل کو تہذیب کے حصار میں مقید کرنے کے ہنر سے بخوبی واقفیت رکھتی ہے۔[4] ان کی اس فکر کا ایک عمیق پہلو اپنے پیرائے میں حقیقت پر مبنی انتھک کاوشوں کو زندگی کے دشوار گزار راستوں کو عبور کرنے کے لیے کامیابی کی کنجی قرار دیتا دکھائی دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

---

[1] خان، وحید الدین، دین وشریعت، نئی دہلی، اشاعت اوّل 2002، صفحہ 242

[2] خان، وحید الدین، مذہب اور جدید چیلنج، مکتبہ الرسالہ نئی دہلی، اشاعت اوّل 1966، صفحہ 33

[3] خان، وحید الدین، دین وشریعت، نئی دہلی، اشاعت اوّل 2002، صفحہ 245

[4] مولانا وحید الدین خان کا نظریۂ امن: تجزیاتی مطالعہ Volume 28, Issue 2, 2023
https://www.alqalamjournalpu.com/index.php/AlQalam/article/view/3227/981

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾[1]

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اُس کی کوشش دیکھی جائے گی۔"

گویا ان کے مضامین لوگوں کو اسلام کے پرامن چہرے کو سمجھانے، مسلمانوں میں اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے اور مثبت سوچ اور عمل کو فروغ دینے پر زور دیتے نظر آتے ہیں در حقیقت وہ بین المذاہب تکثیریت کو اقوام عالم کی نگاہ میں اہمیت دلاتے ہوئے تمام انسانوں کی رہنمائی، دل جوئی کی غرض سے ہادی بر حق نبی محترم ﷺ کی عظمت وشان کو قران پاک تحفۂ انسانیت کے پیغام عافیت میں نمایاں کرتے نظر آتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ○[2]

اور اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔"

حاصل کلام

تکثیری سماج میں بین المذاہب ہم آہنگی اور مولانا وحید الدین خان کے افکار کا تجزیہ اس مقالہ کی روشنی میں متنوع مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی موافقت کو نمایاں کرتا دکھائی دیتا ہے۔بحثیت اسلامی اسکالر ان کی پر وقار شخصیت امن کا پرچار کرتی بین المذاہب ہم آہنگی کے حصول کے لئے افہام و تفہیم کا دامن تھامتے، احترام سے مزین مکالمے کی اہمیت پر زور دیتی پُر اثر نظر آتی ہے۔ان کے تخیلات کا پس منظر قرآن پاک، تحفۂ انسانیت کی شہری تعلیمات کے تناظر میں رواداری، بقائے باہمی سے آراستہ و پیراستہ آئینہ میں تراشا پر عزم محسوس ہوتا ہے کہ وہ سماج میں بسنے والے بین المذاہب گروہوں کو تصادم کی نفی کا درس دیتے، صبر واعراض کی تعلیم کو عام کرتے ہمہ وقت مشغول نظر آتے ہیں۔ وہ اس بات کی پر زور تائید و حمایت کرتے ہیں کہ تمام مذہبی روایات کا مشترکہ لائحہ عمل انسانیت کی تکریم و تعظیم سے وابسطہ ہے۔ان کا تفکر تکثیری سماج کی کی غمازی میں اس بات کا اعلان کرتا نظر آتا ہے کہ مذہبی گروہ اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے امن کی بحالی کے لئے پر عظم ہو سکتے ہیں۔ان کی فکر کا نچ بحث و

[1] النجم: 39,40
[2] الانبیاء: 107

مباحثہ میں الجھنے کی بجائے اسلام کے حقیقی تصور فلاح کو اُجاگر کرتا پر وقار دکھائی دیتا ہے۔ در حقیقت ان کی رائے میں یہ دوسرے مذاہب کا اعتماد ویقین حاصل کرنے کا سب سے تاثر برپا کرنے والا طریقہ کار ہے اور اسی کے ذریعے بین المذاہب ہم آہنگی کا ماحول بقائے باہمی کی تجدید سے ہمکنار ہوتا کامیاب نظر آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ مذہب و سیاست کو جداگانہ آئینہ میں محصور کرنے کے حامی ہیں کیونکہ ان کی فلسفیانہ رائے میں یہ حد بندی بین المذاہب مکالمے کی حقیقی تکریم کے گوہر کے نکھار کا باعث قرار دی جاسکتی ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ ایک تکثیری معاشرے میں جہاں متعدد مذہبی گروہ ایک ساتھ رہائش پذیر ہوں اُن کے خیالات مذہبی ہم آہنگی اور باہمی احترام انسانیت کے لئے اس مشعل امن کی طرح ہیں جو اطمینان بخش سنگ میل کے لئے مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ گویا ان کی رہنمائی پر عمل پیرا ہو کر عصر حاضر میں ایک ایسے فلاحی تکثیری سماج کی تعمیر تعبیر سے ہمکلام ہوتی دکھائی دیتی ہے جہاں مذہبی تنوع کو نہ صرف برداشت کیا جائے بلکہ اسے اختیار و اتحاد کے زیر سایہ استحکام عطا کیا جائے۔

تجاویز و سفارشات

1. عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عوام الناس میں تکثیری سماج کی اہمیت کو روشناس کرانے کی ضرورت پر اصلاحی اقدامات کرنے چاہیں۔
2. بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے تعلیمی اداروں میں سمینار وویبنار منعقد کرانے چاہیں۔
3. نصاب تعلیم میں ایسے موضوعات شامل کرنے چاہیں جن کا مقصود احترام انسانیت کو اجاگر کرنا ہو۔
4. دور جدید میں سوشل میڈیا کو بنیاد بناتے تکثیری سماج و بین المذاہب ہم آہنگی پر مکالمہ و مناظرہ کو مثبت ترویج ملنی چاہیے۔
5. فطرت انسانی کے تناظر میں شخصی آزادی کو بین المذاہب ہم آہنگی میں خاص اہمیت حاصل ہونی چاہیے۔